Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 5 (July-Sep 2024)
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Feminism: An Analytical Study in the Context of Human Civilizations and Religions

حقوق نسواں: انسانی تہاذیب اور مذاہب کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

Dr Taiyyiba Fatima
Assistant Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore,

Dr Muhammad Shahid Khan
Assistant Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore,

Dr Arshad Ali
Assistant Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore

Dr. Intikhab Ahmad
Assistant Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore

Abstract

Before the advent of Prophet Hood, women were not considered as part of the human race. The poor woman was groaning under the burden of torture and oppression. A woman who at one time was defined as a gentle soul, a source of peace, and a delicate gender, then at another moment she was also described as a slave, a daughter, and a source of corruption. Women were considered inferior to men, and their worth was often measured solely by their ability to bear children and maintain domestic duties. The status of the woman was degraded and based in most nations. They did not consider her a human being with a soul; rather, they used to believe that she was created from a base soul and that she was the source of evil and sin. The distinction that Islam gave to women set a precedent in the history of mankind fourteen centuries ago. Under the customary tribal law existing in Arabia before the rise of Islam, as a general rule women had virtually no legal status; fathers sold their daughters into marriage for a price, the husband could terminate the union at will, and women had little or no property or succession rights. In Islam, there is no difference between men and women as far as their relationship with Allah is concerned, as both are promised the same reward for good conduct and the same punishment for evil conduct.

Keywords: human race, oppression, slave, inferior, degraded, reward, good conduct, punishment, evil conduct.

تعارف

عورت اور مرد نوع انسانی کے دو جزو ہیں اور ہر جزو دوسرے جزو کا لازمی حصہ ہے، انسانی معاشرہ کو اگر گاڑی سے تشبیہ دی جائے تو مرد و عورت اس گاڑی کے دو پہیے ہیں ان میں سے ایک پہیہ بھی نکل جائے یا اُس میں نقص آجائے تو گاڑی نہ صرف اپنا توازن برقرار نہ رکھ پائے گی بلکہ اپنی خصوصیت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گی۔ جیسا کہ ڈاکٹر خالد علوی بیان کرتے ہیں:

> "یہ بات مسلم ہے کہ عورت معاشرے کا ایک ایسا ناگزیر عنصر ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، بلکہ سماجی اور تمدنی اصلاح و بقا کا انحصار تقریباً اسی نوع کی حیثیت پر ہے۔ عورت کی حیثیت، اس کا کردار و عمل اور اس کی حیات بخش صلاحیتیں معاشرے کے عروج و زوال کا سامان ہیں۔"[1]

عباس محمود العقاد المصری لکھتے ہیں:

> مزدک کا خیال تھا کہ وہ قوموں اور عقائد کے مابین تفرقہ مٹانے آیا ہے تا کہ قوموں کے درمیان جدال و قتال اور غیض و غضب ختم کر دے ان میں جنگوں کا وقوع عورتوں کے سبب ہوتا تھا سو اس نے تمام عورتیں ہر ایک کے لیے حلال کر دیں اور سب کے مال کو سب کے لیے مباح قرار دیا لوگوں کا اس (عورت و مال) میں اشتراک قائم کیا جیسے پانی آگ اور چراگاہ میں سب مشترک ہیں۔[2]

حقیقت یہ ہے کہ عورت کو انسانی معاشرے نے اُس کا صحیح حق نہیں دیا۔ البتہ اسلام جو ایک نظام حیات کے طور پر آیا تھا، نے اس مسئلہ پر خصوصی توجہ دی۔

عورت کی عزت و شرف اور اہمیت و افادیت کے بارے میں اسلام کی عملی اور فکری کوششیں کیا تھی۔ اس سوال سے پہلے بہتر ہو گا کہ قبل از اسلام معاشرے میں عورت کی حیثیت اور مختلف تہذیبوں میں اُس کے مقام کے بارے میں جائزہ لیا جائے۔ ذیل میں اسی حوالہ سے بحث درج ہے۔

1)۔ مختلف تہذیبوں میں حیثیت نسوانیت:

روم و ایران کی دو متمدن سلطنتیں اپنے زمانہ میں تہذیبی نقطہ نگاہ سے بہت ترقی یافتہ تھیں لیکن ان کے ہاں حالت یہ تھی کہ امور مملکت تو رہے ایک طرف، امور خانہ داری میں بھی مرد کو حاکمانہ حیثیت حاصل تھی۔ ایک مرتبہ قیصر روم کو اس کی ملکہ نے کسی معاملے میں مشورہ دینا چاہا تو قیصر روم نے غضبناک ہو کر اس کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کیا اور کہا "عورت ذات ہو کر مرد کے منہ آتی ہو" اور عورت کو ملکہ ہونے کے باوجود اس کے قدموں پر جھک کر اپنے لیے معذرت طلب کرنا پڑی۔[3]

سپر پاور زیونان وروم کے زیر سر پرستی عورت کو بہت ہی حقیر و کم تر سمجھا جاتا تھا۔

اہل یونان کا تو عورت کے بارے میں مقولہ تھا کہ:

"آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ہو سکتا ہے مگر عورت کے شر کا علاج محال ہے۔"[4]

نیڈورانامی ایک عورت کے بارے میں ان کا عام اعتقاد تھا کہ وہی تمام دنیاوی آلام و مصائب کی جڑ ہے۔

رومی نظام کے مطابق:

روم میں مرد کی حکومت اپنی بی بی پر جابرانہ تھی۔ عورت ایک لونڈی کی حیثیت رکھتی تھی جس کا معاشرت میں کوئی حصہ نہ تھا۔ اسے کسی قسم کا حق حاصل نہ تھا۔ یہاں تک کہ حق وراثت بھی نہیں دیا گیا۔[5]

یونانیوں میں عورت کو صرف حرم سرا کی مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ انہیں بیرونی دنیا سے ربط و منبسط کی بالکل اجازت ہی نہیں تھی، یہی اطوار ایران میں بھی تھے یہاں پر عورتیں حرم سرا میں رہتیں اور ان کی حفاظت اور نگہبانی کے لئے خواجہ سرا بھی ہوتے، باندیوں اور کنیزوں کو داشتہ بنالینا یونان کا ایک سماجی دستور بن چکا تھا، انہوں نے اپنے اس دستور کو معاشرے میں اس طرح جاری وساری رکھا ہوا تھا کہ ان لوگوں کے لئے یہ باعث قباحت نہیں تھا۔[6]

ایرانی معاشرت کے مطابق:

"باپ کا بیٹی کو اور بھائی کا بہن کو اپنی زوجیت میں لینا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔"[7]

یورپ کے حکماء کا کہنا تھا کہ:

"عورت ایک ایسا خوبصورت درخت ہے جو بظاہر دیکھنے میں بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا پھل نہایت کڑوا ہوتا ہے، عورت فتنہ و فساد کی جڑ ہے۔ امن و شانتی کی دشمن اور ایسا بچھو ہے جو ہر وقت ڈنگ مارتا رہتا ہے۔ ہم سانپ سے محبت کر سکتے ہیں لیکن عورت کے ساتھ محبت گوارا نہیں کرتے"۔[8]

ہندومت کی تعلیم یہ پتہ دیتی ہے کہ:

"عورت کو بچپن سے بڑھاپے تک غلامی و محکومی کی زندگی گزارنا چاہیے، لڑکپن میں اپنے باپ کی غلامی کرے، جوانی میں اپنے شوہر کی اور بڑھاپے میں اپنے بیٹے کی، وہ گھر میں کبھی کوئی کام خود مختاری سے نہیں کرے"۔[9]

"عورت کے لیے برت رکھنا گناہ ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنے شوہر کے مرنے کے بعد دوسرے شوہر کا نام نہ لے بلکہ اپنے شوہر کے ساتھ ستی ہو جائے۔ کم خوراکی کے ساتھ زندگی گزارے۔ جھوٹ بولنا، بغیر سوچے کام کرنا، فریب، حماقت، لالچ، ناپاکی، بے رحمی یہ عورت کے فطری عیوب ہیں"۔[10]

بدھ مت کی تعلیم ہے کہ:

"بدھ دھرم عورت کو گندہ اور غلیظ جانور کہہ کر اپنے پیروؤں کو ان سے علیحدگی کا حکم دیتا ہے اور طرح طرح کے الزام دے کر اس بے گناہ مخلوق سے نفرت دلاتا ہے"۔[11]

آریہ دھرم کے مطابق:

"آریہ دھرم میں عورت بیک وقت متعدد حقیقی بھائیوں سے شادی کر سکتی ہے"۔[12]

ایران و عراق، طبرستان اور اسپین میں بھی عورت قعر مذلت کی انتہا کو پہنچ چکی تھی، اہل اندلس کہا کرتے تھے کہ عورت انسان ذلت کا سبب ہے، اس کی وجہ سے آدم کو جنت سے نکالنا پڑا اور اولاد آدم عورت ہی کی وجہ سے بے پایاں آرام راحت سے محروم ہوئی، اہل طبرستان کا کہنا تھا کہ عورت تمام درندوں سے زیادہ بھیانک ہے۔ درندوں کے ہجوم اور ان کے حملوں سے تو بچا جا سکتا ہے مگر عورت کے مکر و فریب سے بچنا ناممکن اور محال ہے"۔[13]

عورت کو مجوسی زرتشتیوں نے جو گھٹیا مقام دے رکھا تھا۔ اس کی مثال کہیں اور ملنا مشکل ہے۔ عورتوں کو ہر حوالے سے مردوں کے رحم و کرم پر رکھا گیا تھا۔ منوضوابط میں تو کسی حد تک آریائی حوالے سے عورت کے ساتھ کچھ رعایت تھی لیکن ایرانی توان ضوابط سے ماوراء تھے۔ ان کے یہاں مردانہ شہوت فائق اور بے روک تھی، اسی لئے عورت کی حیثیت ان کے یہاں محض ایک ظرف کی تھی۔ وہ اسے اپنی مرضی اور خواہش سے کسی وقت بھی رشتہ ازدواج سے خارج کر سکتے تھے لیکن اس کے باوجود ایرانی عورتوں کے پردے کے حق میں تھے، پردے کی آڑ میں وہ عورت کو مقفل رکھتے تھے، آئیونی یونانی بھی اس پردے کے قائل تھے۔[14]

چینی معاشرہ کے لوگ صرف ایک شادی کرتے لیکن بادشاہ اور امراء کے حرم میں متعدد بیویاں ہوتی تھیں ان پر کوئی پابندی نہ تھی۔ اعلیٰ خاندان میں عورتوں کو عزت اور وقار حاصل تھا۔ غلامی کا رواج تھا اور معاشرہ متعدد طبقات میں بٹا ہوا تھا۔[15]

2)۔ سامی ادیان میں حیثیت نسوانیت:

اللہ عزوجل کے نازل کردہ ادیان میں یہودیت اور عیسائیت کا بھی شمار ہوتا ہے جو اللہ کریم نے بنی اسرائیل کے انبیاء کے ذریعے روئے زمین پر مبعوث فرمائے مگر بنی اسرائیل کی ضد اور ہٹ دھرمیوں اور تکبر نے ان ادیان میں تحریف کی راہیں ہموار کیں اور ان مذاہب کی اصل صورت کو توڑ مروڑ کر اپنی مرضیوں کے طور پر معاشروں میں رائج کر دیا۔ ذیل میں ان دو سامی مذاہب کی تعلیمات کے حوالے سے نسوانی مقام اور وقار کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱)۔ یہودیت اور نسوانیت:

ہنود و یہود کی تاریخ ہو کہ عیسائیت کی مہذب و متمدن دنیا، قبل از اسلام مذاہب عالم کے مصلحین نے عورت کی عظمت و رفعت اور قدر و منزلت سے ہمیشہ انکار کیا، اور ایک اکثریت عورت کو بے زبان و پابجولاں جانور ہی سمجھی جاتی رہی۔

یہودیت کا شمار دنیا کے ان مذاہب میں ہوتا ہے، جنھوں نے صرف چند عقائد و نظریات ہی نہیں پیش کئے بلکہ ان کی بنیاد پر زندگی کے عملی مسائل سے بھی تفصیلی بحث کی ہے، ایسے ایک مذہب سے یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ عورت کے بارے میں حقیقت پسندانہ خیالات کا اظہار کرے گا، لیکن تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ یہاں بھی باقی مذاہب کی طرح عورت کی حیثیت دگرگوں رہی۔یہودیت نے عورت کو جو حیثیت دی،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت مکمل طور پر مرد کی غلام ہے اور اس کی محکوم ہے،وہ مرد کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتی، حقوق ملنے کی بات تو ایک طرف رہی، اُسے تمام گناہوں کی جڑ قرار دیا گیا۔

"بائبل کے مطابق واقعہ آدمؑ و حوّا میں "حوّا" کو مجرم قرار دیا گیا،اس لیے حوّا کی بیٹیاں ہمیشہ محکوم رہیں گی۔ عہد نامہ قدیم میں آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے دریافت کیا کہ کیا تونے اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا؟ آدمؑ نے کہا کہ جس عورت کو تونے میرے ساتھ کیا ہے، اُس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور میں نے کھایا، تب خداوند نے عورت سے کہا کہ تونے یہ کیا کیا؟ عورت نے کہا کہ سانپ نے مجھ کو بہکایا تو میں نے کھایا، اور خداوند نے سانپ سے کہا اس لیے کہ تونے یہ کیا، تو سب چوپایوں اور دشتی جانوروں میں ملعون ٹھہرا۔ تو اپنے پیٹ کے بل چلے گا اور اپنی عمر بھر خاک چاٹے گا، اور میں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالوں گا، وہ تیرے سر کو کچلے گا اور تو اس کی ایڑی پر کاٹے گا، پھر اُس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے دردِ حمل کو بڑھاؤں گا، تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہو گی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا"۔[16]

"درج بالا واقعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دراصل حوا نے ہی آدمؑ کو گمراہ کیا اس لیے اس جرم کی سزا اُسے یہ دی گئی کہ وہ حمل اور ولادت کے عمل سے انتہائی تکلیف دہ صورت کا سامنا کرے گی۔ علاوہ ازیں وہ ہمیشہ محکوم رہے گی اور مرد کا غلبہ اور اس کی حاکمیت اُس پر رہے گی اسی فلسفہ کا نتیجہ ہے کہ یہودی شریعت میں مرد کا اقتدار و تصرف اس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ اگر کوئی عورت خداوند کی منت مانے اور اپنی نوجوانی کے دنوں میں اپنے باپ کے گھر ہوتے ہوئے اپنے اوپر کوئی فرض ٹھہرائے اور اس کا باپ جس دن یہ سنے، اسی دن اُسے منع کر دے تو اس کی کوئی منت یا کوئی فرض، جو اُس نے اپنے اوپر ٹھہرایا ہے، قائم نہیں رہے گا اور خداوند اس عورت کو معذور رکھے گا"۔[17]

یہودیت میں عورت کو جو حیثیت دی گئی ہے وہ کسی غلام و محکوم سے بڑھ کر نہیں، عورت مکمل طور پر مرد کی دست نگر ہے۔ وہ مرد کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتی، مرد جب چاہے اُسے گھر سے نکال دے طلاق دے دے، مگر عورت کبھی بھی مرد سے طلاق طلب نہ کرے یہاں تک کہ مرد میں بے پناہ ہی عیوب کیوں نہ ہوں۔ اگر کوئی مرد کسی عورت سے بیاہ کرے اور پیچھے اُس میں کوئی ایسی بے ہودہ بات پائے جس سے اُس عورت کی طرف اُس کی موافقت نہ رہے تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کر اُس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے"۔[18]

یہودیت کی تعلیم سے پتہ چلتا ہے کہ

"عورت موت سے زیادہ تلخ ہے۔ مرد نیک سرشت و نیک کردار ہے اور عورت بد طینت و مکار ہے۔ مرد وارث کی موجودگی میں عورت وراثت سے محروم ہو جاتی تھی، اسی طرح عورت کو دوسری شادی کرنے کا حق نہیں تھا"۔[19]

عبد القیوم ندوی لکھتے ہیں:

"یہود کے قانون شریعت کے مطابق عورت کو مرد کے مساوی حقوق دینا تو ایک طرف رہا بلکہ مرد کو کھلی چھٹی دی کہ وہ اپنی بیوی پر ہر لحاظ سے بے جابرتری کا دعویدار ہو، عورت مہر کے علاوہ کسی چیز کی حقدار نہیں، معصیت اول چونکہ بیوی ہی کی تحریک پر سرزد ہوتی تھی اس لیے اس کو شوہر کا محکوم رکھا گیا اور شوہر اس کا حاکم ہے، شوہر اُس کا آقا اور مالک ہے اور وہ اس کی مملوکہ ہے"۔[20]

(۲)۔عیسائیت اور نسوانیت:

عورت کے بارے میں عیسائیت کا بھی وہی تصور ہے جو یہودی نظریات میں ملتا ہے، حالانکہ یہودیت کے زوال پذیر ہونے کے بعد مسیحیت نے معاشرے میں بہت خوبصورت اقدار کو صحیح صورت میں استوار کیا لیکن صنف نازک کی بدقسمتی دیکھئے کہ عیسائیت بھی عورت کے بارے میں کوئی بھرپور اخلاقی عقیدہ نہ اپنا سکی۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ عورت کے ساتھ عیسائیت کی روش اور بھی زیادہ ناپسندیدہ تھی تو بے جا نہ ہوگا۔

ترتولیاں (Tertullian) جو ابتدائی دور کے آئمہ مسیحیت میں سے تھا، اُس کے عورت کے بارے میں کیا نظریات ہیں ملاحظہ فرمائیں:

"وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے، وہ شجر ممنوع کی طرف لے جانے والی خدا کے قانون کو توڑنے والی اور خدا کی تصویر مرد، کو غارت کرنے والی ہے"۔

کرائیسوسٹم (Chrysostum) لکھتا ہے:

"ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دربائی، ایک آراستہ مصیبت۔"[21]

عیسائیت کے مطابق مرد حاکم اور عورت محکوم ہے، کیونکہ عورت درحقیقت مرد کے لیے بنائی گئی ہے، سو اس کی خدمت اور اطاعت اُس کا فرض ہوگا، جبکہ مرد چونکہ عورت کے لیے نہیں تخلیق ہوا، اس لیے اُسے عورت کی محکومی میں رہنے کی ضرورت نہیں۔

پولُس رسول کُرنتھیوں کے نام اپنے دوسرے خط میں کہتے ہیں کہ:

مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد سے ہے، اور مرد عورت کے لیے نہیں بلکہ عورت مرد کے لیے پیدا ہوئی ہے، پس فرشتوں کے سبب سے عورت کو چاہیے کہ اپنے سر پر محکوم ہونے کی علامت رکھے۔[22]

اسی طرح پولس رسول تیمتھیس کے نام خط میں کہتا ہے کہ:

"عورت کو چپ چاپ کمال تابعداری سے سیکھنا چاہیے، اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے یا مرد پر حکم چلائے بلکہ چُپ چاپ رہے، کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا، اس کے بعد حوا، اور آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی۔

عیسائیت کی تعلیم یہ تصور دیتی ہے کہ:

عورت انتہائی بدرجے کی پست اور ذلیل صنف ہے، عورت شیطان کا دروازہ ہے، عورت کو چپ چاپ کمال تابعداری سے کام کرنا چاہیے۔ اسے سیکھنے کی اجازت نہیں"۔[23]

CC BY

شاہ معین الدین ندوی کہتے ہیں:

"عورت سراپا فتنہ و شر سمجھی جاتی تھی، عابد وزاہد اُس کے سایے سے بھاگتے تھے، بڑے بڑے راہب اپنی ماں تک سے ملنا، اور اس کے چہرہ پر نظر ڈالنا معصیت سمجھتے تھے۔ رہبانیت کی تاریخ عورت سے نفرت کے واقعات سے بھری ہوئی ہے"۔[24]

"مقالات صارم میں لکھا ہے کہ کتاب مقدس عورت کو لعنتِ ابدی کا مستحق قرار دیتے ہیں"۔[25]

"پولس رسول کے کُرنتھیوں کے نام پہلے خط سے پتہ چلتا ہے کہ عیسائیوں میں پاکیزہ رشتوں کی پہچان ختم ہو چکی تھی لوگ اپنی ماؤں تک سے تعلقات قائم کر لیتے تھے، اور بجائے اس حرام کاری پر ندامت کے آنسو بہائے جاتے وہ ایسے واقعات پر شیخیاں مارتے تھے۔ تم میں حرام کاری ہوتی ہے، بلکہ ایسی حرام کاری، جو غیر قوموں میں بھی نہیں ہوئی، چنانچہ تم میں ایک شخص اپنے باپ کی بیوی کو رکھتا ہے، اور تم افسوس تو کرتے نہیں تا کہ جس نے یہ کام کیا ہے وہ تم میں سے نکالا جائے، بلکہ شیخی مارتے ہو"۔[26]

ایک اور جگہ پر پولس مرد کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تو غیر شادی شدہ رہے گا تو خدا کی یاد سے غافل نہ ہو گا لیکن اگر تو نے شادی کر لی تو بیوی تجھے ایسا کرنے سے غافل کر دے گی۔

"بے بیاہا شخص خداوند کی فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح خداوند کو راضی کرے مگر بیاہا ہوا شخص دنیا کی فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح اپنی بیوی کو راضی کرے"۔[27]

درج بالا نصیحت اس بات کی طرف واضح اشارہ کرتی ہے کہ عیسائیوں کے ہاں شادی بیاہ اور ازدواجی تعلقات ایک غیر اہم اور بے مقصد امور ہیں جو خدا سے غافل کر کے دنیا کی طرف راغب کرتے ہیں، مزید وضاحت کے لیے ملاحظہ ہو۔

"پس جو اپنی کنواری لڑکی کو بیاہ دیتا ہے وہ اچھا کرتا ہے اور جو نہیں بیاہتا ہو اور بھی اچھا کرتا ہے۔"[28]

ازدواجی زندگی کے اس تصور سے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہونے لگے اس کی خوبصورت عکاسی سید مودودی اس طرح کرتے ہیں:

"اب تجرّد اور دوشیزگی معیار اخلاق قرار پائی، لوگ ازدواج سے پرہیز کرنے کو تقوی اور تقدس اور بلندی اخلاق کی علامت سمجھنے لگے، پاک مذہبی زندگی بسر کرنے کے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ یا تو آدمی نکاح ہی نہ کرے، یا اگر نکاح کر لیا ہو تو میاں اور بیوی ایک دوسرے سے زن و شوہر کا تعلق نہ رکھیں۔"[29]

مختصر یہ کہ عیسائیت میں بھی عورت نہ صرف مظلوم رہی بلکہ محکوم بھی رہی اور صغیر سے عظیم تک کا ہر رشتہ اس انتظار میں رہا کہ اُسے انسان ہونے کے ناطے تو کم از کم تعظیم ملے۔

یہ ان مذاہب کا حال تھا جو اپنے اپنے زمانہ میں اللہ تعالی کی طرف بلانے کے لیے آئے تھے۔ جہاں تک ان متمدن ممالک کا تعلق ہے جہاں عظیم الشان حکو تیں قائم تھیں علوم وفنون کا بازار گرم تھا اور تہذیب و تمدن، صنعت و حرفت اور علوم وفنون کا مرکز سمجھے جاتے تھے وہاں مذاہب کی شکل بالکل مسخ ہو چکی تھی اور انہوں نے اپنی اصل حقیقت اور قدر و قیمت اور قوت وافادیت کھو دی تھیں اور مصلحین و معلمین اخلاق دور دور نظر نہ آتے تھے۔[30]

3)۔ قبل از اسلام عرب میں حیثیت نسوانیت:

دنیا کے مختلف معاشروں میں بنیادی خرابی اس امر سے پیدا ہوئی کہ عورت اور مرد کے درمیان تخلیقی طور پر امتیاز رکھا گیا، اور عورت کو ہمیشہ کم تر اور کم اہم سمجھا گیا جبکہ مرد برتر اور اہم حیثیت کا حامل رہا۔ یہی وجہ تھی کہ قبل از اسلام عورت کو اس کے بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم رکھا گیا، یہ صنف بھیڑ بکریوں کی طرح بکتی تھی، ظلم کی انتہا یہ تھی کہ لڑکی کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، کیونکہ اس کی پیدائش نہ صرف منحوس تصور کی جاتی تھی، بلکہ باعث ذلت سمجھی جاتی تھی۔ قرآن مجید نے اس بھیانک منظر کی یوں عکاسی کی ہے۔

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِالۡاُنۡثٰی ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیۡمٌ ﴿۵۸﴾ یَتَوَارٰی مِنَ الۡقَوۡمِ مِنۡ سُوۡٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَیُمۡسِكُهٗ عَلٰی هُوۡنٍ اَمۡ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحۡكُمُوۡنَ ﴿۵۹﴾[31]

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر ملتی ہے تو اس کا چہرہ غم کے سبب کالا پڑ جاتا ہے، اور اس کے دل کو دیکھو تو وہ اندوہناک ہو جاتا ہے، اور اس جزکی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ آیا ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں دفنا دے۔

(ا)۔ تہذیب باختر:

باختر کا مرتفعائی علاقہ کہ جسے عرب جغرافیہ دان گہوارہ انسانیت اور اقوام کے اعتقادات اور مذاہب کی ولادت گاہ کا نام دیا جاتا ہے۔ وہ لوگ اپنے دیوتاؤں کے سامنے کم عمر بچوں کو قربان کر دیا کرتے تھے بچوں کی قربانیاں قبول کرنے والے ان کے بعل اور مولاش وغیرہ تھے۔ بلتیس اور اشتورات کے سامنے کنیائیں یا کنواری دوشیزائیں میں بھینٹ چڑھائی جاتی تھیں۔ یہ وہ دور تھا کہ جب ایک طرف تو مادی تہذیب خاصی تقری کر چکی تھی اور اس کے ساتھ ہی دوسری جانب کئی حوالوں سے مذہبی رسوم کے تحت اس طرح کی قربان گاہوں پر انسانی خون بہایا جاتا تھا۔[32]

(۲)۔ تہذیب عرب:

بد اخلاقی اور فحش عرب جاہلیت میں پھیلا ہوا تھا قصائد کے شروع میں تشبیب کے جو اشعار ہوتے تھے ان میں دولت مندوں اور امیروں کی لڑکیوں اور عورتوں اور بہنوں کا نام لے لے کر بیان کرتے تھے اور اور ہر طرح کے عیبوں کو علانیہ ان سے منسوب کرتے تھے۔ بدکاری اور زناکاری سے نادم نہیں ہوتے تھے اور ہر طرح کی غیر مہذب نظم میں ازراہ بے شرمی اس کو مشتہر کرتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔[33]

دلچسپ امر یہ ہے کہ ایک طرف تو بعض عربوں کے ہاں یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور ان کی سفارش سے مشکلات حل ہوتی ہیں، تو دوسری طرف وہ انہی بیٹیوں سے نجات حاصل کرنے کے درپے رہتے اور انہیں شدید ذہنی، اخلاقی اور جسمانی دباؤ میں رکھتے، قرآن حکیم نے ان کے اس رویے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحۡمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیۡمٌ ﴿۱۷﴾[34]

"اور جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوشخبری دی جاتی ہے، جو انہوں نے اللہ کے لیے بیان کی ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے"

دارمی کی ایک روایت ہے جس میں ایک شخص نے بتایا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں کس طرح اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے۔ روایت ملاحظہ ہو۔

عن الوفين ان اجلا اتی النبیؐ فقال یا رسول اللہ ان کنا اهل جاهلیة وعبادة اوثان فکنانقتل الاولاد وکانت عندی ابنة لي فلما اجابت وکانت مسرورة بدعائي اذا دعوتها فدعوتهایوم فاتبعتني فمررت حتی اتیت بئراً من اهلي غیر بعید فأخذت بیدها فردیت بها فی البئروکان آخر عهدی بها ان تقول یا ابتاه یا ابتاه فبکی رسول اﷲ۔حتی وکف دمع عینیه فقاﷲ رجل من جلساء رسول اﷲ احزنت رسول اللہ فقال له کف فانه یسأل عما اهمه ثُم قالله اعدعلي حدیثک فأعاده فبکی حتی وکف الدمع من عینیه علی لحیته ثم قال له ان اﷲقد وضع عن الجاهلیة ما عملوا فاستأنف عملک۔

"حضرت وفین فرماتے ہیں رسول اللہؐ کے حضور ایک شخص عرض گزار ہوا کہ اسے اللہ کے رسول جاہلیت میں ہمارے دینی مشاغل بتوں کی پوجا اور اولاد کو اپنے ہاتھوں قتل کرنا ہماری قومی وجاہت تھی، میری اپنی یہ کہانی ہے کہ میری ایک بیٹی تھی، جب میں اس کو بلاتا تو دوڑ کر میرے پاس آتی، ایک دن وہ میرے بلانے پر خوش خوش دوڑی آئی، میں آگے بڑھا اور وہ میرے پیچھے چلی آئی، میں آگے بڑھتا چلا گیا، جب میں ایک کنویں کے پاس پہنچا جو میرے گھر سے زیادہ دور نہ تھا، اور لڑکی اس کے قریب پہنچی تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنویں میں ڈال دیا، وہ مجھے ابا ابا کہہ کر پکارتی رہی اور یہی اس کی زندگی کی آخری پکار تھی، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس پُر درد افسانے کو سن کر آنسو ضبط نہ کر سکے، ایک صحابی نے اس شخص کو ملامت کی کہ تم نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو غمگین کر دیا، فرمایا اس کو چھوڑ دو کہ جو مصیبت اس پر پڑی ہے وہ اس کا علاج پوچھنے آیا ہے، پھر اُس شخص سے فرمایا اپنا قصہ پھر سناؤ، اس نے دوبارہ پھر بیان کیا تو آنحضرتؐ کی یہ حالت ہوئی کہ روتے روتے ریش مبارک تر ہو گئی پھر فرمایا جاؤ کہ جاہلیت کے گناہ اسلام کے بعد معاف ہو گئے اب نئے سرے سے اپنا عمل شروع کرو"۔[35]

قیس بن عاصم جو کہ قبیلہ بنی تمیم کے سردار تھے جب مسلمان ہوئے تو بیٹیوں اور دیگر بچیوں کو زندہ دفن کرنے کا واقعہ اپنی زبانی سنایا۔

بمطابق تفسیر ابن جریر:

"عن قتادہ، قال: جاء قیس بن عاصم التمیمي إلی النبیؐ فقال: إني وأدت ثماني بنات فیالجاهلیة، قال، فأعتیق عن کل واحدةٍ برنة"۔[36]

"قتادہ روایت کرتے ہیں کہ قیس بن عاصم آنحضرتؐ کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے آٹھ لڑکیاں زندہ دفن کی ہیں زمانہ جاہلیت میں، آپؐ نے فرمایا ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک اونٹ قربانی کرو"۔

سرزمین عرب میں اس پر ظلم و زیادتی کی حد ہو گئی تھی۔ اس کی پیدائش کے بعد چند سانس لیتے ہی اسے زندہ در گور کر دیا جاتا۔ جو بچیاں کسی طرح زندہ بچ جاتیں تو والدین سے انہیں حصہ دینا سماج میں گناہ تصور کیا جاتا تھا۔ سن بلوغت کے بعد حیض کے ایام میں اچھوتوں کی طرح ایک مخصوص جگہ میں رہنا پڑتا۔ گھر میں چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے اور برتن وغیرہ چھونے کی اجازت نہ ہوتی۔ بعض قبائل کے لوگ اپنی لونڈیوں کو ناچ گانا سکھا کر ان سے عصمت فروشی کراتے اور اس سے روزی روٹی حاصل کرتے۔ جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تو اس کی بیوہ متروکہ جائیداد کا ایک حصہ قرار پاتی اور کسی وارث کے حصے میں چلی جاتی۔ اس کا وارث چاہتا تو خود اس سے نکاح کر لیتا یا کسی اور سے اس کا نکاح کرا دیتا اور اس سلسلے میں عورت کو کوئی اختیار نہ ہوتا۔ عورت کی حیثیت ان کے نزدیک صرف اتنی تھی کہ وہ پوری زندگی مرد کی محکومی اور غلامی میں گزارے۔ مرد جب چاہتا اس سے نکاح کر لیتا اور جب چاہتا اسے طلاق دے کر گھر سے نکال دیتا۔ طلاق کا طریقہ بھی بڑا ظالمانہ تھا۔ ایک مرد کئی بار طلاق دے کر عدت کے اندر رجوع کر لیتا۔ سو بار طلاق دے اور سو بار رجوع کر لے اس کے لیے کوئی حد اور پابندی نہیں تھی۔

جاہل عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ عورت امن و سکون و ختم کر دینے والی ہے۔ مرد کی تباہی کا ذریعہ ہے۔ نحوست کا مجسمہ ہے اور ایک ایسی جوتی ہے جو جلد خراب ہو کر انسان کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ بعض بے غیرت لوگ خود آرام و راحت کی زندگی گزارتے، شراب و کباب کھاتے پیتے، جوا کھیلتے اور اپنی بیویوں سے دوسروں کے یہاں کمواتے۔ عربوں میں مرد کے لیے عورتوں کی کوئی قید نہ تھی، بھیڑ بکریوں کی طرح جتنی چاہتا، عورتوں کو شادی کے بندھن میں باندھ لیتا تھا۔ کتب احادیث میں ان اشخاص کا ذکر موجود ہے جو قبول اسلام سے پہلے چار سے زیادہ بیویاں رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے:

عن حارث بن قیس قال: اسلمت وعندی ثمان نسوة، فذکرت ذلک للنبیؐ، فقال النبیؐ"اختر منهن اربعا"۔۷ے[37]

"حارث بن قیس کہتے ہیں کہ میں اسلام لایا تو میری آٹھ بیویاں تھیں، میں نے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا ان میں سے چار کو اختیار کر لو"۔

اسی طرح جامع ترمذی میں ہے کہ:

عن ابن عمر، غیلان بن سلمة الثقفی أسلم و له عشر نسوةٍ في الجاهلیة، فأ سلمن معهُ، فأمره النبی ان یتخیر اربعا منهن۔[38]

حضرت عبد اللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے تو دور جاہلیت کی اُن کے پاس دس بیویاں تھیں۔ پس وہ بھی اسلام لے آئیں حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ ان میں سے چار کو منتخب کر لو۔

"عربوں میں عورتوں اور بچوں کو میراث سے ویسے ہی محروم رکھا جاتا تھا اور لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ میراث کا حق صرف ان مردوں کو پہنچتا ہے جو لڑنے اور کنبے کی حفاظت کرنے کے قابل ہوں، اس کے علاوہ مرنے والوں کے وارثوں میں جو زیادہ طاقت ور اور بااثر ہوتا تھا وہ بلا تامل ساری میراث سمیٹ لیتا تھا"۔[39]

عبد الرحمن خان صاحب کے بقول:

"بلاد عرب کے حالات بھی یورپ سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھے، وہاں بھی عورتیں دوسرے مال منقولہ کی طرح مرد کی ملکیت سمجھی جاتی تھی، اس کی حیثیت بالکل چوپائیوں کی سی تھی اور چوپائیوں کے ساتھ ہی اکثر جہیز میں دی جاتی تھی، اسے محض لذت کشی کا آلہ تصور کیا جاتا تھا، ناجائز تعلقات کی وسعت کی وجہ سے موجودہ یورپ کی طرح وہاں کا نظام بھی درہم برہم ہو چکا تھا، ان کا طرز نکاح بے غیرتی کا پورا آئینہ تھا"۔[40]

عرب میں عورت کو ذلیل کرنے اور اُسے تنگ کرنے کے لیے ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو گھر سے نکالنا چاہتا تو ایسے نکالتا کہ نہ اُسے طلاق یعنی آزادی دیتا اور نہ ہی گھر میں بحیثیت بیوی کے اپنے پاس رکھتا، عبد الصمد صارم کے بقول:

"عرب میں عورت ایک قابل استعمال شے سمجھی جاتی تھی، تعدد ازدواج کی کوئی حد مقرر نہ تھی، بعض شریر، عورتوں کو برسوں معلق کر کے رکھتے تھے، ترکہ میں عورت کا کوئی حق نہ تھا، وہ کسی چیز کی مالک نہ تھی"۔[41]

cc BY

قرآن عظیم کی درج آیت ایسے ہی موقع کے بارے میں اتری ہے۔

فَلَا تَمِيۡلُوۡا كُلَّ الۡمَيۡلِ فَتَذَرُوۡهَا كَالۡمُعَلَّقَةِ۔[42]

"اسے معلق نہ رکھو یا تو اچھی طرح حسنِ معاشرت کرو یا اچھی طرح رخصت کر دو"۔

مستدرک حاکم میں بھی ایک روایت مذکورہ بالا رسم کے ثبوت میں ملتی ہے۔

عن عائشة قالت كان الرجل يطلق امرأته ماشاء ان يطلقها وان طلقها مائة او اكثر اذاارتجعها قبل ان تنقفی عدتها حتی قال الرجل لا مراته واالله طلقها مائة او اكثر اذاارتجمها قبل ان تنقفی عدتها حتی قال الرجل لا امرأته واالله لا اطلقک فتبيني مني ولاآويک الی قالت وكيف ذاک قال اطلقک وكلما قاربت عدتک ان تنقضی ارتجعتک ثم اطلقک وافعل ذالک نشکت المرأة ذالک الی عائشه۔[43]

عرب معاشرے میں بلاشبہ بعض اوقات عوت کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہو جاتا تھا لیکن مجموعی طور پر وہ کبھی بھی حاکم یا مالکہ نہ بن سکتی تھی بلکہ اپنی زندگی کے سفر کا فیصلہ بھی خود نہ کر سکتی تھی، مولانا صفی الرحمن مبارکپوری نے اس حوالے سے خوبصورت عکاسی کی ہے لکھتے ہیں:

"بسا اوقات عورت چاہتی تو قبائل کو صلح کے لیے اکٹھا کر دیتی اور چاہتی تو ان کے درمیان جنگ اور خونریزی کے شعلے بھڑکا دیتی، لیکن ان سب کے باوجود بلا نزاع مرد ہی کو خاندان کا سربراہ مانا جاتا تھا اور اس کی بات فیصلہ کن ہوا کرتی تھی۔[44]

عورت کو یہ حق نہ تھا کہ ان (اولیاء) کی ولایت کے بغیر اپنے طور پر اپنا نکاح کر لے"۔[45]

"مملکت سبا، جو عرب کا ہی ایک حصہ اور ریاست تھی وہاں بھی عورتوں کی حیثیت ناگفتہ بہ تھی، ایک عورت کئی مردوں کے ساتھ شادی کرتی تھی اور اہل خانہ میں باہمی فسق و فجور کا بازار گرم رہتا تھا اور اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ بدکاری کرنے کا عام رواج تھا"۔[46]

"ان (عرب) کی جاہلانہ رسوم میں سے ایک رسم ایسی بھی تھی جس سے عورت کی بے بسی کے ساتھ ساتھ اُس پر بداعتمادی کا کھلا اظہار ہوتا ہے، وہ رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص سفر پر جاتا تو ایک دھاگا کسی درخت کی ٹہنی کے ساتھ باندھ دیتا یا اُس کے تنے کے ارد گرد لپیٹ دیتا، جب سفر سے واپس آتا تو اُس دھاگے کو دیکھتا، اگر وہ صحیح سلامت ہوتا تو وہ سمجھتا کہ اس کی بیوی نے اس کی غیر حاضری میں کوئی خیانت نہیں کی اور اگر وہ اسے ٹوٹا ہوا یا کھلا ہوا پاتا تو خیال کرتا کہ اُس کی بیوی نے اس کی غیر حاضری میں بدکاری کا ارتکاب کیا ہے، اس دھاگے کو "الرتم" کہا جاتا"۔[47]

حاصل یہ کہ ساری دنیا کی ستائی ہوئی عورت اپنی بے آبروئی اور بے عزتی اور اپنی ذلت و پستی پر آنسو بہا رہی تھی، ہر طرح کے حقوق سے محروم اپنی قسمت کو رو رہی تھی، ظلم و ستم سے تنگ آ کر درد و کرب سے کراہ رہی تھی کہ رحمت الٰہی جوش میں آئی اور محسن انسانیت و رحمت مجسم ﷺ کی بعثت ہوئی۔

خاتمہ بحث:

اسلام نے جس طرح انسانیت کی عظمت کو اجاگر کیا اور انسان کو اس کے مکرم و محترم اشرف المخلوقات ہونے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اسی طرح عورت کو نہ صرف مرد کی طرح مخلوق قرار دیا بلکہ انسانیت میں مکمل حصہ دار قرار دیا۔ عورت کی بے چارگی کو دور کیا اور اس کی عزت و عظمت کو واضح کیا ہے۔ مغربی لوگوں نے عورت کو کھلونا اور کاروبار کا ذریعہ اور اپنی خواہشات کی تکمیل کا وسیلہ بنایا، یہ آزادی نہیں بلکہ بدترین غلامی ہے۔ اسلام نے واضح کیا کہ (اے مرد) عورت بھی تیری ہی طرح انسان ہے، تیری ہی طرح اشرف المخلوقات ہے۔ تیری ہی طرح مکرم اور معزز مخلوق ہے بلکہ (اے مرد) جب عورت ماں کا درجہ پاتی ہے تو تیری جنت کی ضامن بن جاتی ہے۔ اسی کے قدموں میں جنت ہے، اسی کی خدمت میں صلہ میں تو جنت کا حقدار بنتا ہے پس (اے مرد) تو انسانیت اختیار کر اور عورت کو انسان سمجھ۔ اس کی عزت کر تاکہ تیری عزت ہو۔ ارشاد خداوندی ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِيۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً"[48]

لوگو اپنے خدا سے ڈرو جس نے تمہیں ایک فرد سے پیدا کیا اور اسی (خمیر) سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد عورت (روئے زمین پر) پھیلائے۔"

مزید ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا لِيَسۡكُنَ إِلَيۡهَا۔"[49]

وہی ہے جس نے تمہیں ایک شخص سے پیدا کیا اور پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے سکون حاصل کرے۔"

اسلام اور قرآن عورتوں کا مذاق اڑانے اور ان سے تمسخر کرنے سے منع کرتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد خداندی ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِيۡنَ آمَنُوۡا لَايَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰى أَنۡ يَّكُوۡنُوۡا خَيۡرًا مِّنۡهُمۡ وَلَانِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰى أَنۡ يَّكُنَّ خَيۡرًا مِّنۡهُنَّ[50]

"اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ہو سکتا ہے وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں (یا مرد) عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے یہ وہ ان سے بہتر ہوں۔

اے مومنو! قرآن ایک دوسرے کی عزت کا درس دیتا ہے ایک دوسرے کا احترام اور عورتوں کی عزت۔ عورت مرد ہی کا حصہ ہے۔ مرد کی تخلیق سے بچی ہوئی خاک سے پیدا ہوتی ہے، مرد کی اولاد کا ظرف ہے: مرد کی حصہ دار ہے، مرد کے سکون کا ذریعہ۔ اور مرد کی ساتھی ہے یہ مرد کا لباس ہے اور مرد اس کا لباس ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمۡ وَأَنۡتُمۡ لِبَاسٌ لَّهُنَّ "[51]

وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو"۔

آنحضور ﷺ نے بڑی ہمدردی اور پوری توجہ سے اس کی مصیبت کو سنا، اس کے آنسو پونچھے اور اس کے سر پر شفقت و محبت کا ہاتھ پھیرا، اسے مرد کی طرح زندہ رہنے کا حق دیا، انسان کی تخلیق میں مرد کے برابر شریک بتایا۔ اس کو مرد کی طرح حقدار قرار دیا، عبادت میں مرد کے برابر شریک ٹھہرایا وراثت میں حق دلایا کسب معاش سے سبکدوش کیا، مرد کے لیے سکون وراحت کا سبب ٹھہرایا اسے بہترین متاع زیست قرار دیا اور فرمایا کہ صالح عورت دنیا کی سب سے بہترین متاع ہے، نکاح میں اس کی مرضی کا خیال رکھا ظالم و بد خلق شوہر سے بذریعہ خلع چھٹکارا حاصل کرنے کا

حق دلایا۔ بیوہ ہو جانے پر دوسری شادی کرنے کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ آنحضور ﷺ نے اپنی پہلی شادی ایک بیوہ عورت سے کی، مختلف حیثیت سے اسے مناسب مقام عطا کیا اور اسے پروانۂ جنت بھی دیا۔[52]

حوالہ جات: حوالہ جات

---

[1] ۔ خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور، الفیصل ناشران، 2005ء، ص: 461

[2] ۔ عباس محمود، العقاد، المصری، مترجم: محمد عادل ولیجہ، حافظ، محمد ﷺ، لاہور، آگہی پبلی کیشنز، 2001ء، ص 37۔

[3] ۔ محمد ﷺ، ص 199۔

[4] ۔ نیاز، فتح پوری، صحابیات، کراچی، آفسٹ پرنٹرز، 1978ء، ص 11

[5] ۔ گستاؤلی بان، ڈاکٹر، تمدن عرب، مترجم: علی بلگرامی، سید، حیدرآباد دکن، س ن۔ ص 460۔

[6] ۔ سید امیر علی، محمد علی چراغ، روح اسلام، لاہور، نذیر پبلشرز، س ن، ص، 32

[7] ۔ معین الدین، ندوی، شاہ، تاریخ اسلام، لاہور، انوار الحسن پریس، 1948ء۔ ج 1، ص 6۔

[8] ۔ مقالات سیرت طیبہ، منعقدہ: 1412ھ: جامعہ سلفیہ بنارس، لاہور، بیت الحکمت، س ن، ص 56۔

[9] ۔ گستاؤلی بان، ڈاکٹر، تمدن عرب، مترجم: علی بلگرامی، سید، حیدرآباد دکن، س ن۔ ص 459.

[10] ۔ مقالات سیرت طیبہ، ص 56

[11] ۔ عبدالقیوم، ندوی، اسلام اور عورت، سویرا آرٹ پریس، 1952ء۔ ص 22

[12] ۔ ایضا

[13] ۔ مقالات سیرت طیبہ، ص 56

[14] ۔ روح اسلام، ص، 32

[15] ۔ عظیمی، شمس الدین، خواجہ، باران راحمت، ملتان، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، 2012ء، ص 56-64۔

[16] ۔ ایران بعہد ساسانیان، ص 436-437

[17] ۔ ایران بعہد ساسانیان، ص 436-437

[18] ۔ ایران بعہد ساسانیان، ص 430

[19] ۔ گستاؤلی بان، ڈاکٹر، تمدن عرب، مترجم: علی بلگرامی، سید، حیدرآباد دکن، س ن۔ ص 455

[20] ۔ ایران بعہد ساسانیان، ص 432

[21] ۔ عورت اسلامی معاشرہ میں، ص 27

[22] ۔ کتاب اِستثنا، باب: 24، آیت: 1

[23] ۔ اسلام اور عورت، ص 25

[24] ۔ ظہوری، عبدالوہاب، اسلام کا نظام حیات، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1982ء، ص 174۔

[25] ۔ کتاب مقدس، کتاب استثنا، باب: 25، آیات 5-9

[26] ۔ پردہ، ص 20-21

[27] ۔ عہد نامہ جدید، باب 11، آیات 8-11

[28] ۔ عہد نامہ جدید، باب 11، آیات نمبر 11-14

[29] ۔ ندوی، معین الدین احمد، شاہ، دین رحمت، کراچی، مکتبۂ عارفین، 1967ء، ص 106

[30] ۔ ابوالحسن علی ندوی، سید، مولانا، نبی رحمت ﷺ، کراچی، مجلس نشریات اسلام، 1983ء، ج 1، ص 33۔

[31] ۔ النحل: 58-59

[32] ۔ روح اسلام، ص 19۔

[33] ۔ سید احمد خان، سر، الخطبات الاحمدیہ، لاہور، ادارہ دعوۃ القرقان، س ن، ص 122

[34] ۔ الزخرف 43:17

[35] ۔ دارمی، محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن، سنن الدارمی، دمشق، طبع فی مطبعۃ الاعتدال، 1349ھ، ج 1، ص 3-4

[36] ۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن المعروف بہ تفسیر الطبری، بیروت، لبنان، داراحیاء التراث العربی، طبع الاول، 2001ء، 30/91

[37] ۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، کتاب الطلاق، باب فی اسلم وعندہ نساء اکثر من اربع، بیروت لبنان، دارالاحیاء التراث العربی، س ن، 2/2241، ص 282

[38] ۔ ترمذی، محمد بن عیسی، الجامع الصحیح سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی الرّجُل یُسلم وعندہ عشر نسوۃ، بیروت، لبنان، داراحیاء التراث العربی، 2000ء، ح 1128، ص 326۔

[39] ۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، سیرت سرور عالم، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 1999ء، 1/590

[40] ۔ عبدالرحمن خان، ایم، عورت انسانیت کے آئینہ میں، لاہور، ثناء اللہ خان، 1957ء، ص 95

[41] ۔ صارم، عبدالصمد، مقالات صارم، لاہور، حجازی پریس، س۔ن، ص 88

[42] ۔ النساء 4:19

[43] ۔ حاکم، ابو عبد اللہ محمد نیشابوری، المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث، کتاب التفسیر، شان نزول آیہ الطلاق مرتان، مکتبہ و مطابع النصر الحدیثۃ، ریاض، س۔ن، 2/280-2792

CC BY

[44] ۔ صفی الرحمٰن، مبارکپوری، الرحیق المختوم، لاہور، المکتبہ السلفیہ، 1998ء، ص68

[45] ۔ کرم شاہ، الازہری، پیر، ضیاء النبی، ج1، ص266

[46] ۔ ایضا، ص352

[47] ۔ اسلام کا معاشرتی نظام، ص461

[48] ۔ النساء1:4

[49] ۔ اعراف189:7

[50] ۔ حجرات11:49

[51] ۔ البقرۃ187:2

[52] ۔ کمال الدین، اثری، مولانا، سیرۃ النبی ﷺ اور حقوق نسواں، (مقالات سیرت طیبہ)، بیت الحکمت، لاہور، س ن۔ ص256۔

- Alavi, Khalid, Dr., *Islamic Social System*, Lahore: Al-Faisal Publishers, 2005, p. 461.
- Abbas, Mahmoud Al-Aqqad, Al-Masri, Translated by: Muhammad Adil Waleejah, *Hafiz Muhammad (PBUH)*, Lahore: Aagahi Publications, 2001, p. 37.
- Muhammad (PBUH), p. 199.
- Niaz, Fatahpuri, *Sahabiyat*, Karachi: Offset Printers, 1978, p. 11.
- Le Bon, Gustave, Dr., *Civilization of the Arabs*, Translated by: Syed Ali Bilgrami, Hyderabad Deccan: S.N., p. 460.
- Amir Ali, Syed, Chiragh Muhammad Ali, *The Spirit of Islam*, Lahore: Nazeer Publishers, S.N., p. 32.
- Nadwi, Moinuddin, Shah, *History of Islam*, Lahore: Anwar-ul-Hassan Press, 1948, Vol. 1, p. 6.
- *Maqalat Seerat Tayyiba*, Held in 1412 AH: Jamia Salafia Banaras, Lahore: Bait-ul-Hikmat, S.N., p. 56.
- Le Bon, Gustave, Dr., *Civilization of the Arabs*, Translated by: Syed Ali Bilgrami, Hyderabad Deccan: S.N., p. 459.
- *Maqalat Seerat Tayyiba*, p. 56.
- Nadevi, Abdul Qayyum, *Islam and Women*, Suvira Art Press, 1952, p. 22.
- *Maqalat Seerat Tayyiba*, p. 56.
- *The Spirit of Islam*, p. 32.
- Azeemi, Shamsuddin Khawaja, *Baran-e-Rahmat*, Multan: Bahauddin Zakariya University, 2012, pp. 56-64.
- *Iran During the Sassanid Era*, pp. 436-437.
- *Iran During the Sassanid Era*, pp. 436-437.
- *Iran During the Sassanid Era*, p. 430.
- Le Bon, Gustave, Dr., *Civilization of the Arabs*, Translated by: Syed Ali Bilgrami, Hyderabad Deccan: S.N., p. 455.
- *Iran During the Sassanid Era*, p. 432.
- *Woman in Islamic Society*, p. 27.
- *Book of Deuteronomy*, Chapter 24, Verse 1.
- *Islam and Women*, p. 25.
- Zahoori, Abdul Wahab, *Islamic System of Life*, Lahore: Idara Saqafat-e-Islamia, 1982, p. 174.
- *The Holy Bible*, Book of Deuteronomy, Chapter 25, Verses 5-9.
- *Purdah*, pp. 20-21.
- *New Testament*, Chapter 11, Verses 8-11.
- *New Testament*, Chapter 11, Verses 11-14.
- Nadwi, Moinuddin Ahmad, Shah, *Religion of Mercy*, Karachi: Maktaba Arifeen, 1967, p. 106.
- Nadwi, Abu al-Hasan Ali, Syed, Maulana, *Prophet of Mercy (PBUH)*, Karachi: Majlis Nashriyat-e-Islam, 1983, Vol. 1, p. 33.
- *Al-Nahl: 58-59.*
- *The Spirit of Islam*, p. 19.
- Khan, Syed Ahmad, Sir, *Al-Khutbat Al-Ahmadiyya*, Lahore: Idara Dawat-ul-Furqan, S.N., p. 122.
- *Al-Zukhruf 43: 17.*
- Darmi, Muhammad Abdullah bin Abdul Rahman, *Sunan al-Darimi*, Damascus: Matba'ah al-I'tidal, 1349 AH, Vol. 1, pp. 3-4.
- Tabari, Muhammad bin Jarir, *Jami al-Bayan an Ta'weel Aay al-Qur'an* known as *Tafsir al-Tabari*, Beirut, Lebanon: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, First Edition, 2001, Vol. 30, p. 91.
- Abu Dawood, Sulaiman bin Ash'ath Sajistani, *Kitab al-Talaq*, Chapter: "Regarding a Man Who Accepts Islam and Has More Than Four Wives", Beirut, Lebanon: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, S.N., Vol. 2, Hadith 2241, p. 282.
- Tirmidhi, Muhammad bin Isa, *Al-Jami al-Sahih Sunan al-Tirmidhi*, *Kitab al-Nikah*, Chapter: "What Has Been Narrated About a Man Who Accepts Islam and Has Ten Wives", Beirut, Lebanon: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, 2000, Hadith 1128, p. 326.
- Maududi, Abul Ala, Syed, *Seerat Sarwar Alam*, Lahore: Idara Tarjuman-ul-Qur'an, 1999, Vol. 1, p. 590.
- Khan, Abdul Rahman, M., *Woman in the Mirror of Humanity*, Lahore: Sanaullah Khan, 1957, p. 95.
- Sarim, Abdul Samad, *Maqalat Sarim*, Lahore: Hijazi Press, S.N., p. 88.
- *Al-Nisa 4: 19.*
- Hakim, Abu Abdullah Muhammad Nishapuri, *Al-Mustadrak ala al-Sahihayn fi al-Hadith*, *Kitab al-Tafsir*, "The Revelation of the Verse on Divorce Twice", Maktaba wa Matabi al-Nasr al-Haditha, Riyadh, S.N., Vol. 2, pp. 2792-280.
- Mubarakpuri, Safiur Rahman, *Al-Raheeq Al-Makhtum*, Lahore: Al-Maktaba Al-Salafiya, 1998, p. 68.
- Karam Shah, Al-Azhari, Pir, *Zia al-Nabi*, Vol. 1, p. 266.
- *Islamic Social System*, p. 461.
- *Al-Nisa 4: 1.*
- *Al-A'raf 7: 189.*
- *Al-Hujurat 49: 11.*
- *Al-Baqarah 2: 187.*
- Athari, Kamaluddin, Maulana, *Seerat-un-Nabi (PBUH) and Women's Rights* (*Maqalat Seerat Tayyiba*), Bait-ul-Hikmat, Lahore, S.N., p. 256.